کرتے ہیں جن میں قیامت تک پیدا ہونے والے شخصوں کے نام درج ہوا کرتے ہیں۔ تم نے ان کو بخشا؟ ایسا وعدہ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ؐ سے بھی نہیں کیا۔ کیا غوث الاعظم کے دامن ارادت سے وابستہ حضرات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے بھی بڑھ کر ہیں؟ حضورؐ نے تو اپنی لخت جگر فاطمہؓ اور محترمہ پھوپھی صفیہؓ سے یہ کہدیا تھا کہ آپؐ کی قرابت قیامت کے دن ان کے کسی کام نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ اعمال پوچھے گا۔ پھر غوث الاعظم کی مریدی حصول جنت کی ضمانت کیسے بن سکتی ہے؟ نفس پرست پیروں نے اپنے گرد مرید جمع کرنے کے لیے بزرگوں سے کیسی کیسی غلط باتیں منسوب کردی ہیں۔ شاہ ولی اللہ دہلوی نے کیا خوب کہا ہے "ہم ایسے لوگوں کو قطعاً پسند نہیں کرتے جو محض لوگوں کو اس لیے مرید کرتے ہیں تاکہ ان سے ٹکے وصول کریں[1]"۔

شرافت صاحب ۲۶۰ پر سید جمال اللہ المعروف بہ حیات المیر زندہ پیر کے سوانح کے ضمن میں رقمطراز ہیں کہ وہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے پڑپوتے ہیں۔ شیخ موصوف نے ان سے کہا تھا کہ ان کا سلام امام مہدی تک پہنچادیں۔ اس لیے وہ ہنوز زندہ ہیں۔ اور سمرقند کے نواح میں رہتے ہیں۔ نیز کئی مشائخ ان سے مستفیض ہوئے ہیں۔ اس روایت کی بھی کوئی اصل نہیں ہے۔ صحیحین میں مہدی کا ذکر کیوں نہیں آیا۔ یہ خالصتاً شیعی نظریہ ہے جو انھوں نے مجوسیوں سے لیا تھا۔ سید جمال اللہ کا وجود بھی فرضی ہے۔

شرافت صاحب ۲۶۷ پر لکھتے ہیں کہ خلیفۂ وقت نے غوث الاعظمؒ کے ایک مرید شیخ ابوالفرح صدقہ بغدادی کو کوڑے لگانے کا حکم دیا۔ جس وقت جلاد نے کوڑا لگانے کے لیے ہاتھ اٹھایا تو شیخ موصوف نے واشیخا واشیخا کی صدا لگائی اسی وقت جلاد کا ہاتھ شل ہوگیا۔ بیر معونہ میں کافروں نے

---

[1] خلیق احمد نظامی، شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، مطبوعہ دہلی سنہ ۱۹۶۹ء ص ۴۳ – ۴۴

ستر صحابہ کو دھوکے سے شہید کر دیا۔ وہاں تو ایسا کوئی معجزہ سرزد نہیں ہوا۔ غزوۂ احد میں حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی کا ہاتھ شل نہیں ہوا۔ عمر فاروق کے قاتل فیروز کا ہاتھ بھی صحیح وسالم رہا۔ عثمانؓ و علیؓ کے قاتل بھی تندرست رہے۔ کیا ایک صوفی کا درجہ اصحاب کبار سے بڑھ جاتا ہے؟ اسی صفحہ پر پکارا کو پوکارا لکھا گیا ہے یہ املا ہمارے لیے غیر مانوس ہے۔ اسی طرح صد ۲۹۰ پر بمعہ لکھا ہوا ہے ہماری رائے میں مع ہی کافی ہے۔

شرافت صاحب صد ۳۶ پر سید احمد نامی ایک صوفی کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ ان سے کسی نے پوچھا "ما العشق؟" انھوں نے جواب دیا "العشق نار یحرق ما سوی اللہ" ان الفاظ کے زبان سے نکلتے ہی ایک درخت جل کر راکھ ہو گیا اور حضرت خود بھی جل کر پہلے خاکستر ہوئے پھر پانی بن گئے بعدہٗ پانی جم کر راکھ ہو گیا اور کچھ دیر بعد حضرت صاحب زندہ ہو گئے۔ شریف التواریخ کے دیباچہ میں اقبال مجددی نے یہ کیسے لکھ دیا ہے کہ شرافت صاحب نے شبلیؒ و آزادؒ کی طرح قلابازیاں نہیں لگائیں اور نہ ہی خیالی گھوڑے دوڑائے ہیں۔ ہمیں تو یوں نظر آرہا ہے کہ شرافت صاحب ہر صفحہ پر کئی کئی قلابازیاں لگا رہے ہیں اور ہر ہر سطر میں خیالی گھوڑے دوڑا رہے ہیں۔ شرافت صاحب کی بیان کردہ روایات کو تاریخ کے کسی بھی مروجہ پیمانے سے نہیں ناپا جا سکتا۔

شرافت صاحب نے صد ۶۵۱ پر سلاسل تصوف میں سلسلہ صدیقیہ، فاروقیہ، عثمانیہ، علویہ، حسینیہ جدیہ، علویہ حسینیہ اور علویہ حبیبیہ کا ذکر کیا ہے۔ تصوف کی کسی مستند کتاب میں ان سلاسل کا ذکر نہیں ملتا۔ یہ بھی اختراع معلوم ہوتی ہے۔ صد ۴۸۲ پر مصنف نے شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے نانا دادے نام [illegible]

جن میں منجی المغرقین، غیاث الملھوفین، مغیث المندوبین، قدیر الاقلام بیداللہ مطلوب المطلوب، خلیفۃ اللہ بالحق، منور الملاء، امام الھالکین، مقصود العباد اور محی الدین ساروحۂ یوم بدرٍ وحنین ہمارے عقیدۂ توحید پر ضرب کاری لگاتے ہیں۔ ترمذی شریف کی حدیث ہے:

لا تمس النار مسلمًا من رأنی او رأی من رأنی

شرافت صاحب صہ ۴۹ پر لکھتے ہیں کہ غوث الاعظم نے فرمایا "طوبیٰ لمن رآنی او رائی من رأنی او رائی من رائی من رائی من رائی من رأنی"

اس سے یہی مترشح ہوتا ہے کہ غوث الاعظم کا مقام سرور کائنات سے کہیں بلند ہے۔ آپؐ تو سدرۃ المنتہیٰ پر جاکر رک گئے تھے، یہ تو غوث الاعظم ہی تھے جو آپؐ کو اپنے کندھے پر بٹھاکر بارگاہ رب العزت میں لے گئے، ورنہ آپؐ سدرۃ سے ہی واپس لوٹ آتے ـــــ پتہ نہیں ان قادریوں نے حضورؐ کے منصب رسالت کو کیا سمجھا ہے!

"سند رویت غوثیہ" کے عنوان سے شرافت صاحب صہ ۴۹ پر لکھتے ہیں کہ انھوں نے میاں محمد الدین کو دیکھا، انھوں نے حافظ عبداللہ کو دیکھا، انھوں نے شاہ مراد شرقپوری کو دیکھا اور انھوں نے محمد سچیار نوشہروی کو دیکھا، انھوں نے شاہ دولہ گجراتی کو دیکھا اور انھوں نے غوث الاعظم کو دیکھا تھا۔ یعنی شرافت صاحب اپنے اور غوث الاعظم کے درمیان صرف پانچ کڑیاں ظاہر کرتے ہیں۔

شرافت صاحب نے صہ ۵۳ پر غوث پاک کا سال وفات ۱۱۶۶ء ۵۶۱ھ لکھا ہے۔ آٹھ صدیوں میں پانچ کڑیاں کیسے ہو سکتی ہیں؟ مؤرخین اور ماہرین نسلیات و انساب ایک صدی میں تین پشتیں شمار کرتے ہیں۔ اس حساب سے شرافت صاحب اور غوث الاعظم کے درمیان کم از کم بائیس واسطے ہونے چاہئیں۔

شاہ دولہ گجراتی، غوث الاعظم کو دیکھنے والوں میں سے نہیں تھے۔ شاہجہان کی بیٹی جہاں آرا بیگم نے شاہ دولہ سے ۱۰۴۹ھ میں گجرات میں ملاقات کی تھی جس کا ذکر اس نے اپنی تصنیف رسالہ صاحبیہ میں کیا ہے شاہ دولہ اور غوث اعظم میں پانچ صدیوں کا بعد ہے۔ امام مسلم بن حجاج رح کیا خوب فرما گئے ہیں کہ یہ گروہ بالارادہ جھوٹ بولتا ہے۔

مفتی نعیم الدین مرادآبادی کے ایک تلمیذ رشید مفتی احمد یار خاں بدایونی صاحب تفسیر نعیمی میں بڑی دور کی کوڑی لائے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ شاہ دولہ دراصل وہ دولہا تھا جو برات سمیت دریائے دجلہ میں ڈوب گیا تھا اور غوث الاعظم کی کرامت سے بارہ سال بعد ابھرا[1] شرافت صاحب نے جھٹ سے اپنی سند روایت انکے توسط سے غوث الاعظم سے جوڑ لی۔ بریلویت کا ایوان ایسی ہی بے سر و پا روایات کے سہارے کھڑا ہے۔

نوشاہی صاحب ص۱۱۶ پر شمس الدین محمد اعظم گیلانی کے سوانح کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ وہ صلوٰۃ الاسرار کی پابندی کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ اس نماز کے بعد گیارہ قدم عراق کی طرف منہ کر کے چلنا ہوتا ہے (مکہ شریف کی طرف کیوں نہیں؟) ہم نے حکیم محمد موسیٰ امرتسری سیکریٹری مجلس رضا کے مطب پر نماز مغرب کے بعد بعض بدعتیوں کو عراق کی طرف منہ کر کے مناجات کرتے دیکھا ہے۔ اپنے تلامذہ میں سے ایک پکے بدعتی کے ہاں بھی میں نے ایسا ہی مشاہدہ کیا ہے۔ یہ سب رسول اکرم کی تعلیمات اور صحابہ کرام کے طریقے سے منہ موڑنے کا نتیجہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن حکیم میں کیا خوب ارشاد فرمایا ہے:

---

[1] نسیم چودھری، تذکرہ شاہ دولہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء ص ۲۲

"وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝"

اس آیت کریمہ سے یہی مطلب اخذ ہوتا ہے کہ جو لوگ رسولؐ خدا اور مومنین (قرآن حکیم نے مہاجرین اور انصار کو حقیقی مومن کہا ہے) کا راستہ چھوڑ دیں گے وہ ادھر ادھر بھٹکتے پھریں گے۔ جب وہ صحیح راستہ چھوڑ دیں گے تو اللہ تعالیٰ کو بھی انکے بھٹکنے کی فکر نہ ہوگی۔ وہ جہاں چاہیں بھٹکتے پھریں۔ بالآخر ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم میں ہوگا۔

شرافت صاحب صد ۸۲ پر محمد غوث اوچیؒ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ موصوف ۸۸۰ھ میں اوچ میں وارد ہوئے اور سلطان وقت ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوا۔ یہ سلطان بہلول لودھی کا زمانہ بنتا ہے۔ ہمیں کسی مستند تاریخ میں بہلول لودھی کی محمد غوث اوچی سے عقیدت کا سراغ نہیں ملتا۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی کی مشہور تصنیف ـــ سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ـــ بھی اس بارے میں خاموش ہے۔ اسی صفحہ پر سلطان وقت کے ساتھ ان کے مناظرہ کا بھی ذکر آیا ہے۔ یہ واقعہ بھی بے اصل ہے۔ اس سے اگلے صفحہ پر سلطان بہلول لودھی اور سلطان حسین لنگاہ والیٔ ملتان کے درمیان جنگ کا ذکر آیا ہے۔ اس جنگ میں حضرت محمد غوث اوچی کی کرامت سے بہلول لودھی کو شکست ہوئی۔ اس جنگ کا ذکر لودھی عہد کی کسی تاریخ میں نہیں آیا۔ اس لیے اس جنگ کی حقیقت بھی خیالی گھوڑے دوڑانے سے زیادہ نہیں ہے۔

شرافت صاحب نے صد ۸۳ پر "اس طرح پر" کو ملا کر اسطرحپر لکھا ہے۔ اس طرح کی املا قاری کو الجھا دیتی ہے۔ یخنی پلاؤ جس طرح کھانے میں لذیذ ہوتا ہے بعینہٖ اس کی لفظی ترتیب بھی خوب ہے۔ مصنف نے صد ۸۴ پر اسے پلاؤ اخنی لکھا ہے۔ یخنی کو ملتانی زبان میں اخنی کہتے ہیں۔ شرافت صاحب نے یہاں بھی اخنی ہی چلا دیا ہے۔

شرافت صاحب محمد غوث اوچی کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان کی وفات بعمر ۱۲۱ سال بتاریخ ہفتم ربیع المرجب ۹۲۳ھ مطابق ۱۵۱۷ء بعہد سلطنت سلطان ظہیر الدین محمد بابر ہوئی۔ یہ شریف التواریخ المعروف بہ صحاح التواریخ کے مصنف کی تاریخ دانی کا عالم ہے اور اس پر دعویٰ ہے کہ انھوں نے امام بخاری جتنی محنت کی ہے ۱۵۱۷ء میں سلطان سکندر لودھی فوت ہوا اور اس کی جگہ ابراہیم لودھی تخت نشین ہوا بابر نے ۱۵۲۶ء میں ابراہیم کو پانی پت کی تاریخی جنگ میں شکست دے کر ہندوستان میں مغلیہ حکومت کی بنیاد رکھی۔ ۱۵۱۷ء میں" بعہد سلطان ظہیر الدین محمد بابر" کہاں سے آ گیا۔

شرافت صاحب صـ۸۶۳ پر لکھتے ہیں کہ سید مبارک گیلانی کی توجہ جلالی سے شیخ معروف کے بند بند ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اور جب انھوں نے توجہ جمالی ڈالی تو تمام بند دوبارہ جڑ گئے۔ یہ روایت بھی کسی تبصرہ کی محتاج نہیں۔ اسی بزرگ کی وفات کے ضمن میں صـ۸۶۶ پر فاضل مصنف لکھتے ہیں کہ ان کی وفات ۱۵۴۹ء میں سلطان نصیر الدین محمد ہمایوں کے عہد میں ہوئی۔ امام بخاریؒ جتنی مشقت اٹھانے والے مؤرخ کو اتنا تو علم ہونا چاہیے تھا کہ شیر شاہ نے ہمایوں کو ۱۵۴۰ء میں ہندوستان سے بھگا دیا تھا۔ ہمایوں کے فرار کے بعد شیر شاہ ۱۵۴۵ء تک برعظیم کا فرمانروا رہا۔ اس کی اچانک وفات کے بعد اس کا بیٹا سلیم شاہ نو سال تک بلا شرکت غیرے ہندوستان پر حکومت کرتا رہا۔ ۱۵۴۹ء میں برعظیم میں سلیم شاہ سوری حکمراں تھا، نہ کہ ہمایوں۔ بعض غیر ذمہ دار لوگ بغیر مسودات دیکھے دوسروں کی تصانیف پر تقاریظ لکھ دیتے ہیں۔ ایک ایسے ہی غیر ذمہ دار شخص نے جھوٹ کے اس پلندہ کو "دائرۃ المعارف" کا نام دیا ہے۔

شرافت صاحب نے صـ۸۷۹ پر شاہ معروف خوشابی کو چشتی النسل لکھا ہے۔

ایک شخص چشتی المشرب یا چشتی المسلک تو ہو سکتا ہے لیکن چشتی النسل نہیں۔ ان کے سلسلۂ نسب میں فرخ شاہ کابلی کا ذکر آیا ہے۔ اس نام کا کوئی شخص کابل کے تخت پر نہیں بیٹھا۔ جناب آصف خاں نے اپنی مایۂ ناز تصنیف "آکھیا بابا فریدؒ نے" میں اس پر بڑی سیر حاصل بحث کی ہے۔ ان کے خیال میں موصوف کوئی روحانی پیشوا تھے، دنیاوی بادشاہ نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح اس شجرہ میں ابراہیم بن ادہمؒ اور حضرت عبداللہؓ ابن عمرؓ کے درمیان دو کڑیاں چھوٹ گئی ہیں۔ ابن عمرؓ کے علاوہ بھی ایک عبداللہ بن عمرؓ تھے جن کا نام مصنف کی لاپروائی سے ضبط ہونے سے رہ گیا۔

شاہ معروف کے ذکر میں شرافت صاحب ص۸۷۴ پر لکھتے ہیں کہ ایک بار یہ بزرگ بیت الخلاء میں طہارت کرنے لگے اور انھوں نے اپنی تسبیح ایک میخ پر لٹکا دی۔ جب آپ طہارت سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ وہاں صرف دھاگہ لٹکا ہوا ہے اور دانے غائب ہیں۔ آپ نے متعجب ہو کر کہا "تسبیح کے دانے کہاں گئے"، دانوں نے پوکارا (پکارا) شاہ صاحب ہم آپ کے شرم سے دھاگہ میں سے غائب ہو گئے ہیں۔ چنانچہ دانے پھر ظاہر ہو گئے ــــ ہمارا یہ خیال ہے کہ تسبیح کے دانوں کی نسبت دھاگہ ذرا زیادہ ہی ڈھیٹ نکلا، اگر ایسا نہ ہوتا، تو وہ بھی غائب ہو جاتا۔ کیا یہ تاریخ نویسی ہے؟

ایک بار اسی بزرگ کو ڈاکوؤں نے قتل کر کے دریائے جہلم میں پھینک دیا۔ جب ڈاکو آگے بڑھے تو انھوں نے دیکھا کہ آپ زندہ و سلامت کھڑے ہیں۔ یہ تاریخ نویسی ہے یا افسانہ نگاری بلکہ افسانے میں بھی کسی حد تک حقیقت کا عنصر موجود ہوتا ہے۔ اگر وہ اتنے ہی باکرامت تھے تو ڈاکوؤں کے ہتھے ہی کیوں چڑھے؟

اسی طرح ص۸۷۸ پر شرافت صاحب اسی بزرگ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ موصوف ۹۷۸ھ میں فوت ہوئے۔ ۱۲۸۴ھ میں دریا کاٹ کرتا ہوا ان کے مزار کے قریب آ گیا تو ان کی میت وہاں سے نکال کر کسی دوسری جگہ دفن کرنے لگے تو جب ان کی قبر کھودی گئی تو

وہاں سے تازہ پانی کا ایک کوزہ اور تسبیح برآمد ہوئی ـــ کیا یہ ضروری ہے کہ صوفیوں کی ہربات خرقِ عادت ہو؟ اگر ایسا نہ ہوتا تو کیا وہ صوفی نہیں ہو سکتے؟

صفحہ ۸۹ پر خُرد سال کو خرد ساں لکھا ہوا ہے جو ہمارے خیال میں صحیح نہیں۔ شرافت صاحب صفحہ ۸۹ پر شاہ سلیمان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ جس طرح بعض بزرگوں کو طئی ارض پر قدرت حاصل ہوتی ہے اسی طرح انھیں طئی زمانی پر قدرت حاصل تھی۔ ایک بار موصوف نماز عشاء کے بعد دس کوس کے فاصلہ پر ایک کام کے سلسلہ میں گئے اور وہاں چندے قیام کے بعد اتنا ہی فاصلہ طے کر کے گھر پہنچے تو ان کی اہلیہ نے کہا کہ آج تو آپ عشاء کے بعد معمول سے بھی پہلے گھر آگئے ہیں۔

امرت کنڈ سنسکرت زبان میں ویدانت کے موضوع پر ایک کتاب تھی۔ حضرت محمد غوث گوالیریؒ نے بحرالحیاۃ کے نام سے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے شرافت صاحب نے صفحہ ۹۱ پر امرت کنڈ کو دوبار ابترت کنڈ لکھا ہے۔ موصوف لکھتے ہیں کہ اس کا فارسی ترجمہ حوض الحیات کے نام سے کیا گیا ہے۔ یہاں ان سے بھول ہو گئی ہے۔ فارسی ترجمہ کا نام بحرالحیاۃ ہے حوض الحیات نہیں۔

شرافت صاحب نے حاجی نوشہ کو صفحہ ۹۱ پر صحیح النسب سیّد لکھا ہے۔ حالانکہ اگلے ہی صفحہ پر ان کا جو شجرۂ نسب درج کیا ہے وہ حضرت علیؓ کے غیر فاطمی فرزند عباس علمدار سے ملتا ہے۔ حضرت علیؓ کی غیر فاطمی اولاد علوی کہلاتی ہے سیّد نہیں۔ شرافت صاحب صفحہ ۹۳ پر لکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں نوشہ صاحب کے بارے میں پیشنگوئی موجود ہے اور موصوف ثلۃ من الاولین و قلیل من الاٰخرین سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ اس آیت میں اُن کی طرف اشارہ ہے۔ یہ تو وہی بات ہوئی کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ایک مسلمان سے کہا "سُنا ہے کہ تمہارے قرآن میں ہر چیز کا ذکر موجود ہے، کیا اس میں میرا ذکر بھی آیا ہے؟" اس نے کہا "ہاں! قرآن میں تمہارے بارے میں یہ آیت ہے وکان من الکافرین۔ اس مسلمان نے کان کو کانا بنا کر اُسے مہاراجہ پر منطبق

کر دیا۔ مصنف نے ثلۃ من الاولین وقلیل من الآخرین کی غلط توضیح کرنے کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بہتان بھی لگایا ہے کہ آپؐ نے متعدد احادیث میں نوشہ صاحب کی آمد کی خبر دی تھی — امام مسلم پر خدا تعالیٰ لاکھوں رحمتیں نازل فرمائے، وہ کیا خوب کہہ گئے ہیں: " یجری الکذب علیٰ لسانھم ولا یتعمدون الکذب۔"

شرافت صاحب صد۹۳۱ پر لکھتے ہیں "فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ آخر زمانہ میں ہند کے اندر میری اُمت سے ایک شخص حاجی نوشہ پیدا ہو گا۔ تمام کمالات اس ذات کو عطا کیے جائیں گے۔ اس دیار میں اس کا اور اس کی اولاد کا حکم قیامت تک جاری رہے گا۔" لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ جس شخص نے اسلام میں آنحضرتؐ کے بعد کسی نئے آنے والے کے لیے دروازہ کھولا ہے۔ اس نے دراصل ختم نبوت کا صحیح مفہوم ہی نہیں سمجھا۔ حضورؐ سب دروازے بند کر کے آئے ہیں۔ اب کوئی شخص کچھ بھی بن کر نہیں آسکتا۔ جسے آنا تھا وہ آدمؑ سے لے کر آپؐ تک آگیا ہے۔

شرافت صاحب صد۹۳۲ پر لکھتے ہیں کہ "محققین کے ہاں حدیث کشفی کو قوت و صحت میں ترجیح ہے، اس حدیث پر جو بذریعہ رواۃ ہمارے تک پہنچے گی۔" اگر یہ اصول تسلیم کر لیا جائے تو اسماء الرجال، جرح و تعدیل، روایت و درایت اور خود صحاح ستہ بیکار ہو جائیں گی۔ اگر ہر صوفی اپنے کشف پر حدیثوں کو پرکھنے لگے تو دین بازیچۂ اطفال بن کر رہ جائے۔

عہدِ صدیق اکبرؓ میں جب قرآن جمع کرنے لگے تو حافظہ پر اعتماد کرنے کی بجائے تحریری ثبوت طلب کیا گیا۔ حالانکہ صدہا صحابہ حفاظ قرآن موجود تھے۔ خلفائے راشدین میں سے تو کسی نے حضورؐ کی وفات کے بعد ان کے مزار مبارک پر بیٹھ کر مراقبے میں کسی حدیث کی تصحیح نہیں کی۔ یہ کون "محققین" ہیں جو حدیث کشفی کو اس حدیث پر جو بذریعہ رواۃ محدثین تک پہنچی ہو، ترجیح دیتے ہیں۔ شرافت صاحب اگر اُن محققین کے نام بھی درج کر دیتے تو ہم پر احسان فرماتے۔ کم از کم ہم بھی ان محققین سے واقف ہو جاتے۔ شریف التواریخ

کے تقریظ نگاروں نے انھیں بھی "رئیس المحققین" کے لقب سے نوازا ہے۔ کیا یہ اصول خود انہی کا وضع کردہ تو نہیں؟ شرافت صاحب آپ نے جس اصول کا ذکر کیا ہے۔ یہ امام بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، ابی داؤد، ابن ماجہ، مالک ابن انس، بیہقی، عسقلانی، نووی، عبدالرزاق، ابو بکر ابن ابی شیبہ، شوق نیموی، انور شاہ اور شاہ عبدالعزیز رحمہم اللہ کے ہاں نہیں چلتا۔ آپ اپنے محققین کے نام بتائیے جو ان محدثین سے زیادہ محقق ہوں۔

شرافت صاحب ص۹۳۳ پر رقمطراز ہیں کہ حضرت علیؓ نے اپنے فرزند عباس سے کہا تھا کہ اس کی نسل سے ایک مقبولِ خدا پیدا ہوگا جس کا نام حاجی محمد نوشہ ہوگا۔ وہ اس کی اولاد کا فخر ہوگا۔ ہم اس روایت کو حضرت علیؓ پر بہتان تراشی سے زیادہ وقعت نہیں دیتے۔ اسی طرح کی ایک روایت ص۹۳۴ پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی طرف بھی منسوب کی گئی ہے کہ انھوں نے اپنا خرقہ ایک صاحب کے حوالے کر کے کہا تھا کہ اسے حاجی نوشہ تک پہنچا دینا۔ اسی طرح کی دو روایتیں ص۹۳۶ پر بھی درج ہیں۔ کیا یہی وہ کشفی روایات ہیں جن کو رواۃ حدیث کی بیان کردہ روایات پر فوقیت حاصل ہے؟

شرافت صاحب ص۹۳۶ پر حاجی نوشہ کو حضرت مجدد الف ثانیؒ سے بھی بڑا مجدد ملتے ہیں۔ اس سے قبل ص۹۱۶ پر موصوف حاجی نوشہ کو مجدد اکبر لکھ چکے ہیں۔ مجدد الف ثانیؒ نے تو اکبر کے الحاد و بے دینی کا خاتمہ کیا۔ علمائے سو اور صوفیائے خام کو شریعت کا درس دیا۔ بھگتی تحریک کے خلاف محاذ لگایا۔ نورجہاں کے اثر سے جو شیعیت پھیل رہی تھی اس کا سدِ باب کیا۔ ہندوؤں کے مظالم کے خلاف آواز بلند کی۔ تصوّف کی اصلاح کی اور لاکھوں انسانوں کو نیک راہ پر لگایا۔ حاجی نوشہ نے ان سے بڑھ کر کونسا کارنامہ انجام دیا تھا جو وہ ان سے بھی بڑے مجدد بن گئے؟

مصنف ص۹۴۴ پر لکھتے ہیں کہ نوشہ صاحب کے بارے میں غوث الاعظم نے فرمایا تھا کہ اُن کا سلسلۂ فقر تمام دنیا میں پھیلے گا اور اس کا غلغلہ ممالکِ دور دراز میں ہوگا۔ لیکن

ایسا نہیں ہوا۔ آج بھی پاکستان کیا پنجاب کے کروڑوں افراد ان کا نام بھی نہیں جانتے۔ چہ جائیکہ ان کا سلسلہ مختصر تمام دنیا میں پھیلتا۔ ہم نے تو اس مجدد اکبرؒ کے سلسلہ کے بارے میں اتنا سُنا ہوا تھا کہ بھنگیوں اور چرسیوں کی ایک بڑی تعداد نوشاہیہ سلسلہ میں داخل ہے اور ان کے ہاں سب سے بڑی عبادت سماع کے دوران وجد و حال طاری کرنا ہے۔ ان کی ٹانگیں رسّے سے باندھ کر انھیں درختوں کے ساتھ لٹکا دیتے ہیں اور گھنٹوں جھولتے رہتے ہیں۔ اس کے مناظر اب بھی بھڑی شاہ رحمٰن میں دیکھنے میں آتے ہیں۔

شرافت صاحب صـ۹۵۳ پر لکھتے ہیں کہ نوشہ صاحب نے ایک بار سورج کو ایک جگہ ٹھہرا دیا تھا۔ الشمس والقمر بحسبان یہ اللہ کے حکم سے گردش کرتے ہیں۔ یہ بندوں کے کہنے سے نہیں رُکتے (شق القمر حضورؐ کا معجزہ تھا اور وہ ان ہی کے ساتھ مخصوص تھا)

شرافت صاحب صـ۹۵۶ پر لکھتے ہیں کہ نوشہ صاحب کے سلسلہ کے مریدوں کو قیامت کے روز دوزخ سے رہائی دینے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ انھوں نے اس کی سند نہیں لکھی۔ امام احمد ابن حنبلؒ عباسیوں کے دربار میں بار بار ایک ہی مطالبہ کیا کرتے تھے:

" اعطونی شیئًا من کتاب اللہ او سنۃ رسولہ حتیٰ اقول بہ

آپ بھی ایسی ہی کوئی سند لائیے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا وعدہ تو صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی نہیں کیا۔ پھر نوشہ صاحب ایسا پروانہ کہاں سے لکھوا لائے؟

صـ۱۰۱۹ پر مرقوم ہے کہ قیامت کے دن نوشہ صاحب اپنے مریدوں کو گٹھڑی میں باندھ کر جنت میں لے جائیں گے — سادہ لوح عوام کو پھانسنے کے لیے مجاوروں اور گدی نشینوں نے کیا کیا حیلے تراشے ہیں۔ اسی صفحہ پر یہ بھی مرقوم ہے کہ نوشہ صاحب نے کہا تھا کہ جو شخص ان کی خانقاہ میں سے گذر جائے گا وہ جنتی ہوگا اور جو بارہ کوس کے فاصلے سے گذرے گا اس کی بھی نجات ہو جائے گی۔

جب مارٹن لوتھر نے یورپ میں پوپ کے خلاف آواز بلند کی تو اس وقت پوپ

اور اس کے کارندے جنت کے سرٹیفکیٹ فروخت کیا کرتے تھے۔ آج ہمارے ہاں یہ دھندا مجاورین کر رہے ہیں۔ اقبال نے کیا خوب کہا تھا:

یہ دَور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے صنم کدہ ہے جہاں لا الٰہ الا اللّٰہ

صد ۹۶۴ پر نوشاہی صاحب نے شاہ کمال کینتھلی کو کینتھلی لکھا ہے۔ جو صحیح نہیں۔ اس سے اگلے صفحہ پر موصوف لکھتے ہیں کہ قطبیت اور غوثیت کی طرح امامت بھی ایک منصب ہے جس پر ائمہ اثنا عشرہ بالترتیب فائز المرام ہوئے۔ یہ خالص شیعی نظریہ ہے۔ اہلِ سنت کے ہاں ایسا کوئی منصب نہیں ہے۔ شریف التواریخ کے ایک تقریظ نگار نے نوشاہی صاحب کو زین المجتہدین کے لقب سے نوازا ہے۔ یہ بلا وجہ نہیں "امامت" پر عقیدہ رکھنے والا شخص سُنی نہیں ہو سکتا، شرافت صاحب کی تحریریں پڑھ کر انھیں سُنی تسلیم کرنا مشکل ہے۔

نوشاہت کی خصوصیت، نوشاہت کی حقیقت، مقام نوشاہت اور لفظ نوشہ کی تشریح کے بعد نوشاہی صاحب صد ۹۷۳ پر لکھتے ہیں "نوشہ اور مجدّد کے ایک ہی معنی ہیں، یا یہ دونوں الفاظ مترادف ہیں" نوشاہی صاحب کو چاہئے تھا کہ وہ سند کے طور کسی لغت کا حوالہ دیتے۔ اور ہمیں بتاتے کہ اہلِ زبان نوشہ اور مجدّد کو ایک ہی چیز سمجھتے ہیں۔ سند نہ ہونے کی صورت میں ہم اُسے بھی اختراع بندہ کہیں گے۔ اسی صفحہ پر موصوف لکھتے ہیں کہ حاجی نوشہ مجددیت کبریٰ کے مقام پر فائز تھے۔ صد ۹۸۴ پر مرقوم ہے کہ موصوف مُردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔ اب میں کس کی بات مانوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مِن وَرَائِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ اور پھر ارشاد ہوتا ہے: اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ اور نوشاہی صاحب کے جدّ بزرگوار انھیں برزخ سے دنیا میں کھینچ لاتے تھے۔

صد ۹۹۶ پر شرافت صاحب لکھتے ہیں کہ حاجی نوشہ کی کرامت سے شاہجہاں

کے عہد میں قلعہ قندھار فتح ہوا۔ اور علامی سعد اللہ خاں نے ان کی خدمت میں حاضر ہوکر فتح قندھار کے لیے دعا کی درخواست کی تھی اس کا ذکر بھی شاہجہاں کے کسی درباری مؤرخ نے نہیں کیا حالانکہ عہد شاہجہاں کے ایک ایک دن کا ریکارڈ بادشاہ نامہ اور عمل صالح میں موجود ہے۔ جناب بزمی انصاری نے بھی اپنے ایک فاضلانہ مضمون میں اس واقعہ کی تردید کی ہے[1]۔ شاہجہاں نے قندھار فتح کرنے کی متعدد بار کوشش کی لیکن اسے ہر بار ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ یہیں سے مغل فوج کی کمزوری ظاہر ہوئی اور اس خاندان کا زوال شروع ہوا۔ شرافت صاحب ص۱۹۹ پر لکھتے ہیں کہ شاہجہاں نوشہ صاحب کا معتقد تھا۔ یہ بھی ان کی خوش فہمی ہے اس کا ثبوت کسی ہم عصر تاریخ میں نہیں ملتا۔

اولاد کو سجادہ نشین بنانے کے بارے میں نوشہ صاحب نے یہ عجیب توضیح کی ہے کہ جو لوگ اپنی اولاد کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا نائب بنا دیتے ہیں وہ اپنی اولاد کی حق تلفی کرتے ہیں۔ گویا ابوبکرؓ، عمرؓ وعثمانؓ نے اپنی اولاد کی حق تلفی کی ہے ہم تو صحابۂ کرامؓ کو کلھم عدول مانتے ہیں، ان سے حق تلفی کی توقع بھی نہیں رکھ سکتے۔ خواجہ معین الدینؒ اجمیری، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور بابا فرید الدین گنج شکر کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ انھوں نے اپنی اولاد پر اپنے مریدوں کو ترجیح دی کیونکہ وہ اس کے اہل تھے۔ شرافت صاحب کے نزدیک تو ان کا یہ فعل حق تلفی ہی سمجھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ شاہ محمد جعفر پھلواروی کو عمر خضر عطا فرمائے۔ وہ کیا پتے کی بات کہہ گئے ہیں کہ یہ درویش اور فقیر خود کو حضرت علیؓ کا پیروکار بتلاتے ہیں اور مرتے وقت قیصر وکسریٰ کے طریقے کے مطابق گدی پر اپنے بیٹوں کو بٹھا دیتے ہیں اور امیر معاویہؓ کو عمر بھر اس لیے کوسنے دیتے ہیں کہ وہ اپنے بیٹے کو کیوں اپنا جانشین بنا گئے۔

---

[1] بزمی انصاری، جرنل ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان۔ لاہور بابت اپریل ۱۹۸۱ء ص ۱۰۹

شرافت صاحب نے کتاب کے ترقیمہ میں صفحہ ۲۶ پر یہ عبارت لکھی ہے: "در عہدِ سلطنت مجاہدِ ملت مختار الملک حضرت قائدِ اعظم سلطان محمد علی جناح گورنر جنرل و شہنشاہ دولت خداداد پاکستان ...... الخ

اس عبارت میں "عہدِ سلطنت" "شہنشاہ دولت خداداد پاکستان" اور "سلطان" قابلِ صد اعتراض ہیں۔ قائدِ اعظم نہ ہی سلطان تھے اور نہ ہی شہنشاہ۔ یہ الفاظ شرافت صاحب کی شاہ پرستی کی واضح دلیل ہیں۔ ایسے ہی لوگوں نے پاکستان میں جمہوری نظامِ حکومت کو ناکام بنایا ہے۔

آخر میں شریف التواریخ کے بارے میں اتنا اور عرض کروں گا۔ ع

این دفتر بے معنی غرقِ مئے ناب اولیٰ

اسلامی تاریخ کا ایک عظیم مستند تاریخی سرمایہ

"تاریخ طبری اردو"

تاریخ طبری اسلام کی سب سے پہلی مستند تاریخ ہے۔ تاریخ اسلام کے موضوع پر کوئی بھی کتاب اس کے حوالوں کے بغیر مکمل نہیں ہوتی اس کے مصنف امام ابو جعفر ابن جریر طبری متوفی سنہ ۳۱۰ھ ہیں۔ پہلے یہ کتاب عربی زبان میں تھی۔ لیکن اب ادارہ نے اسکو آسان اردو زبان میں فوٹو آفسیٹ سے قسطوں کی شکل میں شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ ہر ماہ ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل ایک تازہ قسط ممبران کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔ اب تک چار قسطیں شائع ہو چکی ہیں

طریقہ ممبری: ۔ کوئی فیس ممبری نہیں ہے صرف ایک خط لکھ کر ممبر بن سکتے ہیں۔ ڈاک خرچ ادارہ برداشت کرے گا۔ فی قسط قیمت ۱۰/- روپیہ ہے۔ آپ خود ممبر بنیں اور اور احباب کو توجہ دلائیں ——

خط اس پتے سے لکھیں: ادارہ تبلیغ دین دیوبند (یوپی)

وشوابھارتی یونیورسٹی کے فارسی عربی اور اردو مخطوطات

از: جناب عبدالوہاب صاحب بدر بستوی، سنٹرل لائبریری، وشوابھارتی یونیورسٹی، شانتی نکیتن مغربی بنگال

گزشتہ سے پیوستہ

نصاب الصبیان (منظوم) ابونصر فراہی مصنف، صفحات ۴۵ - قطعات ۴۵ جن کے اشعار کی کل تعداد ۲۸۴ ہے۔ کتابت خوشخط، نام کاتب اور تاریخ کتابت مذکور نہیں۔

۴۵ قطعات میں سے اکیس[۲۱] قطعات کی ابیات جن بحروں میں ہیں ان کا عنوان ہے اور اشعار ارکان کو بھی منظوم کر دیا ہے۔ یہی اکیس قطعات ایسے ہیں جن کو لغت عربی - فارسی کہا جا سکتا ہے باقی چوبیس قطعات میں سے آخر کے پینتالیسویں قطعہ کا صرف عنوان ہے ابیات نہیں ہیں۔ سے معلوم ہوتا ہے کہ نسخہ آخر میں ناقص ہے۔ اب ان تیئیس[۲۳] قطعات کے جو اشعار ہیں اُن میں ازواج مطہرات، فرزندان اور دختران، موالی، دس اصحاب معنی کرام، عشرہ مبشرہ، مکی مدنی سورتوں اور اقوام سابقہ، عربی و فارسی مہینوں اور ستاروں وغیرہ کے صرف نام ئے گئے ہیں۔ اس تشریح کے بعد اب مصنف کا دیباچہ ملاحظہ ہو:

"تعلم علم لغت کلید ہمہ علمہا است پس قدرے را از وی نظم کردم تا بے تکلف یاد گیرند و چند بیتی کہ ضابطہ بود ہر چیزی را از علوم بیان این قطعہا در آوردم چون این مجموعہ دو یست و بیست بیت آمد اورا "نصاب الصبیان" نام نہادم ۔"

ن موصوف دیباچہ میں ابیات کی جو تعداد بتاتے ہیں اور حقیقت میں نسخہ کے ابیات کی جو ہے، دونوں میں کوئی مطابقت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ نسخہ آخر میں ناقص ہونے کے باوجود ابیاتِ لغت ہی شمار کیے جائیں تو دو سو چالیس ابیات ظاہر ہوتی ہیں اور قطعات

کے درمیان جابجا دیگر علوم کے جو قطعات لائے ہیں ان کے ادبیات کی کل تعداد چالیس ہے اس طرح اس مجموعہ کے اشعار کی جملہ تعداد دو سو چراسی ہوتی ہے۔ مزید حیرت ہمارے کچھ اہل علم کی ان تحریروں سے ہوتی ہے جنھوں نے "نصاب الصبیان" کا تعارف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ نسخہ ۲۰۰ ابیات کا مجموعہ ہے اور وجہ تسمیہ یہ بتاتے ہیں کہ شریعت اسلام میں چاندی کی زکوٰۃ کا نصاب دو سو درہم پر ہے جس کے پاس یہ مقدار ہو اس پر زکوٰۃ دینی فرض ہے۔ چونکہ اس کتاب میں دو سو اشعار ہیں اسی لیے مصنف نے مذکورہ نام اپنی کتاب کا مقرر کیا۔ مذکورہ بالا معروضات سے حقیقت واضح ہونے کے بجائے اور بھی گنجلک ہو جاتی ہے۔ اس موجودہ گتھی کو سلجھانے کے لیے یہاں لائبریری میں موجود فارسی اور اردو نیز چند کٹلگ کتب کا مطالعہ کیا لیکن مایوس المراد رہا۔ شاید دیگر قلمی یا مطبوعہ نسخے نصاب الصبیان کے اگر سامنے رکھے جائیں تو ممکن ہے کوئی بات فیصلے کی نکل آئے۔ سردست تو میرے لیے یہ مشکل ہے۔

یہ کتاب "نصاب الصبیان" ایران کے مختلف مقامات اور ہندوستان میں کلکتہ، کانپور اور لکھنؤ سے متعدد بار طبع ہو چکی ہے۔ نیز مختلف زبانوں میں متعدد عالموں نے اس کے ترجمے بھی کیے ہیں۔ ڈاکٹر سید عبداللہ ایم اے ڈی لٹ نے پروفیسر حافظ شیرانی مرحوم کے مضمون "تعلیمی نصاب" سے نقل کیا ہے کہ اس کے شارحین اور حواشی کی تعداد "گلستان" کے شارحین سے بھی زیادہ ہے[۵]۔

حاجی خلیفہ مرحوم کی اطلاع کے مطابق سید شریف جرجانی (متوفی ۸۱۶ھ/۱۴۱۳ء) نے اس پر تعلیق کی ہے[۳] اور ترکی ترجمہ قسطنطنیہ میں ابراہیم حقی نے ۸۸۶ھ/۱۴۸۱ء میں کیا[۴]۔ فارسی ترجمہ

۱؎ اس تعارفی تشریح کے لیے ملاحظہ ہو: ایرانی محترمہ ڈاکٹر زہرائی خانلری کی کتاب "فرہنگ ادبیات فارسی دری" ص ۵۰۵ - اور "امیر خسرو، احوال و آثار" میں پروفیسر حافظ محمود شیرانی مرحوم کا مضمون "خالق باری" ص: ۳۰۹ مرتب محترم ڈاکٹر نور الحسن انصاری صاحب ریڈر دلی یونیورسٹی۔

۲؎ مباحث حصہ اوّل ص ۱۱۰ - ۳؎ کشف الظنون جلد دوم: ص ۶۰۱

۴؎ کٹلگ خدا بخش لائبریری پٹنہ جلد ۹ ص ۴۴ اور کٹلگ ڈھاکہ یونیورسٹی لائبریری جلد اول ص ۲۰۶